BM - 120

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

اشاعت (۴۲)

رسالۂ اقتداء

مولفہ

افضل العلماء حضرت مولانا سید نجم الدین صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ

سابق صدر مجلس علمائے مہدویہ (ہند)

شائع کردہ

ادارۂ تبلیغ مہدویہ (۱-۶-۶۷۳) جامع مسجد مہدویہ مشیر آباد حیدرآباد آندھرا پردیش

بہ اعانت

جناب سید رحمت اللہ صاحب اہلِ نندیال حال مقیم قطر

برائے ایصال ثواب:۔ سیدہ نور الضحیٰ صاحبہ مرحومہ و مغفورہ

مطبع دائرہ پریس   طبع دوم ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۵ء   تعداد (۲۰۰۰) ہزار

اظہار

ادارۂ تبلیغ مہدویہ کا قیام عمل میں آئے تقریباً (۹) سال کا عرصہ ہو رہا ہے اور اس قلیل مدت میں ادارہ کی (۴۱) اشاعتیں بشمول رسالہ اقتداء عمل میں آئیں۔

ادارہ کی جانب سے طبع اول میں اس رسالہ کے (۳۰۰۰) ہزار نسخے بلاہدیہ قارئین میں تقسیم کئے گئے اور اس رسالہ کو ہند و بیرون ہند کی مہدویہ برادری نے بے حد پسند کیا۔

رسالۂ اقتداء کی مقبولیت اور افادیت کو محسوس کرتے ہوئے جناب سید رحمت اللہ صاحب نے اپنی جواں سال صاحبزادی سیدہ نور الضحیٰ صاحبہ مرحومہ و مغفورہ کے ایصالِ ثواب کے لئے اس رسالہ کے دوسرے ایڈیشن کی طباعت کا اہتمام کیا۔ خدائے بزرگ و برتر موصوف کو اس کار خیر کے عوض اجر عظیم عطا کرے اور مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ ادارہ

نے قلیل عرصہ میں جو اشاعتی کارنامہ انجام دیا ہے اس کی افادیت سے قوم کے ارباب علم و دانش بخوبی واقف ہیں۔

ہم برادرانِ قوم سے ملتجی ہیں کہ وہ اس دینی و علمی خدمت کی اہمیت و افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ادارہ سے مالی تعاون فرمائیں اور ادارہ نے کئی غیر مطبوعہ کتب و حضرت خوب میاں صاحب کی تصنیف حدود دائرہ کی طباعت کا بیڑا اٹھایا ہے جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے اس مفید کتاب کی طباعت سے ہمارے علمی ذخیرہ میں گراں قدر اضافہ ہوگا۔

محمد صدیق

مشیر ادارہ تبلیغ مہدویہ

۲۵/ ڈسمبر ۱۹۸۵ء

علاقہ گجرات میں کتابیں ملنے کا پتہ

نمائندہ ادارہ

جناب مراد خاں احمد خاں صاحب

پوسٹ مالن تعلقہ پالن پور ضلع بناس کانٹھا
پن کوڈ۔ ۳۸۵۱۱۲ - گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

حامداً و مصلیاً۔

فاضل اجل عالم بے بدل استاذی المحترم افضل العلماء حضرت مولانا سید نجم الدین صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ سابق صدر مجلس علماء مہدویہ ہند کی ذاتِ گرامی قوم مہدویہ کے لئے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ پیکرِ علم و عمل وہ مجسمۂ اخلاق کہ گو آج ہم میں موجود نہیں لیکن اُس ذاتِ عالی قدر کی علمی و دینی خدمات بصورتِ تحریر آج ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں جن سے قوم روشنی علم حاصل کر سکتی اور اپنے علمی و عملی نقائص کو دور کر کے راہِ صلاح و فلاح پا سکتی ہے۔

آپ کی تالیفات سے ایک "رسالۂ اقتداء" بھی ہے جو قوم کو صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے۔ یہ رسالۂ منکرِ مہدی علیہ السلام کے مسئلۂ اقتداء فی الصلوٰۃ کی توضیح و تشریح کے لئے فقہی و علمی اصول پر

مبنی ہے جس میں مُسکت براہین مستند دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ ایک مہدوی کے لئے جو حضرت امامنا سید محمد جونپوری کی بہ حیثیت مہدی موعود تصدیق کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ حسبِ فرمان مہدی علیہ السلام

"بہ دنبالِ منکرانِ مہدی نماز را مگزارید اگر گزاردہ باشد باز بگردانید"

یعنی منکرینِ مہدی کے پیچھے نماز مت ادا کرو (اگر مجبوراً و سہواً) ادا کر لئے ہوں تو لوٹا لو")

منکر مہدی ؑ کی مسلسل اقتداء سے قطعاً پرہیز کرے کیونکہ منکر مہدی ؑ کی مسلسل اقتداء سے نہ صرف اپنی نماز کو ضائع کرنا ہے بلکہ تصدیق کو بھی ضائع کرنے کے مترادف ہے

مولانا علیہ الرضوان نے بڑے ہی شرح و بسط کے ساتھ مسئلہ زیرِ بحث کو علمی و فقہی طور پر واضح کر دیا ہے کہ کسی طرح بھی ایک مہدوی کے لئے منکر مہدی علیہ السلام کی اقتداء فی الصلوٰۃ جائز نہیں چونکہ فرمانِ مہدی ؑ دلیل قطعی کی حیثیت رکھتا ہے جو یقیناً متواتر بھی ہے پھر ایسا شخص جو خود کو مہدوی کہتا اور مشہور کرتا اور مہدویوں کے حظیرہ میں دفن ہونے کی خواہش بھی رکھتا ہے لیکن اِن ساری چیزوں کے باوجود منکر مہدی علیہ السلام کی اقتداء بھی کرتا رہتا ہے اِس دوہری پالیسی کی وجہ وہ عند اللہ ضرور ماخوذ ہوگا یا پھر بخشش و نجاتِ اُخروی کے لئے خدا کو حاضر و ناظر جان کر منکر مہدی علیہ السلام کی اقتداء سے قطعی توبہ کرے اور اس پر تاحیات قائم رہے۔

آج ہماری قوم میں عموماً ضعفِ ایمان و عمل پایا جا رہا ہے

اس کا اصل سبب منکرین مہدی علیہ السلام سے بہت زیادہ اختلاط ان کی صحبتیں اُن کی کتابوں کا مطالعہ اور مہدوی مرشدین کرام سے دوری ہے۔

آنحضرت ؑ کے اس علمی و فقہی شہکار کی طباعت و تشہیر عام وقت کی اہم ضرورت ہے۔ کارکنان ادارۂ تبلیغ مہدویہ مشیر آباد نے اس رسالہ کی دوبارہ نشر و اشاعت کا جو عزم و ارادہ کیا ہے لائق تحسین و مبارکباد ہے۔
جزاہم اللہ خیر الجزاء

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا علیہ الرحمہ کو اس خدمتِ دینِ حق کے صلہ میں اپنے دیدار سے مشرف فرمائے اور اس رسالہ کو مشعل راہِ ہدایت بناتے ہوئے قوم کے گمراہ افراد کو فکرِ آخرت کی توفیق نیک عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خیر اندیش

فقیر محمود مجتہدی

سجادہ دائرہ مشیر آباد

المرقوم ۲۷/ اکتوبر ۱۹۸۵ء

بدنبالِ منکران مہدی نماز مگزارید

حضرت امامنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ۱۴/ جمادی الاول ۸۴۷ھ ۸/ ستمبر ۱۴۴۳ء دوشنبہ کے روز ولادتِ باسعادت ہوئی۔ اسد العلماء سید الاولیاء کے مبارک لقب سے شہرتِ عام تھی۔ جنگِ دلیت اور جدیڈ دوازدہ سالہ کے بعد جب عمر شریف (۴۰) سال کی ہوئی تو خدائے تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ہماری راہ میں ہجرت کرو اور حج بیت اللہ کے ارادہ سے نکلو۔ حسب الحکم ۸۸۷ھ میں جونپور سے ہجرت فرمائی۔ منزلِ اول داناپور میں ام المصدقین سیدتنا الہدتی رضی اللہ عنہا نے اور بعض دوسرے مقامات پر اکثر اصحاب و مہاجرین نے عرض کیا کہ ہم کو منجانب اللہ علم ہو رہا ہے کہ حضرت کی ذات مہدی موعود ہے، فرمایا صحیح ہے مگر ابھی اس کے اظہار کا وقت باقی ہے۔ سنہ ۹۰۱ء میں مکہ معظمہ میں پہلی مرتبہ زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اَنَا الْمَهْدِیُّ الْمَوْعُوْدُ مَنِ اتَّبَعَنِیْ فَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ میں مہدی موعود ہوں جس نے میری اتباع کی وہی مومن ہے۔ حج سے واپسی کے بعد احمدآباد میں دوسری مرتبہ ۹۰۳ھ میں یہی ارشاد گرامی ہوا ہے۔ جب ۹۰۵ھ میں بڑلی تشریف لائے تو فرمایا آج سے اٹھارہ سال پہلے جب میں داناپور میں تھا تو تجلّیٔ ذاتی ہی

اور حکم محکم شرفِ صدور لایا کہ :۔

"سیّد محمد! ہم نے تم کو اپنی کتاب کا عالم بنایا ہے۔ قرآن کے معانی جو ہماری مراد ہیں تم کو سکھلا دیئے ہیں۔ ایمان کو تمہارے حوالہ کر دیا ہے۔ ایمان کے خزانوں کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں دیدی ہیں اور تم کو دینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ناصر بنایا ہے اور میں تمہارا ناصر ہوں تم دعویٰ مہدیت کرو۔ تمہارا انکار ہمارا انکار ہے۔"

فرمایا اس کے بعد یہی حکم ہوتا رہا اور میری طرف سے عذر و معذرت ہوتی رہی۔ اٹھارہ سال گزر گئے۔ مگر آج تاکیدِ شدید ہے اور بکمال عتاب ہے حکم ہو رہا ہے کہ ہماری قضاء و قدر جاری ہو چکی ہے۔ اگر تم نے ہمارے حکم کی تعمیل کی اور شدائد پر صبر کیا تو تم کو اجر ملے گا اور اب بھی تم نے جزع فزع کیا تو ہماری درگاہ سے دور کر دیئے جاؤ گے۔ اس کے بعد فرمایا۔

"آج مجھے اطاعت و تسلیم کے سوا چارہ نہیں ہے خدائے تعالیٰ کے حکم سے جس میں خواب والہام اور کشف و معاملہ کو دخل نہیں ہے بلکہ یقظۃً و مشافہۃً خاص اس کی ذات سے ہو رہا ہے بحالتِ صحت و عقل و ہوش دعویٰ کرتا ہوں کہ میں اللہ کا خلیفہ مہدیٔ موعود خاتمِ ولایتِ محمدیہ ہوں۔ جس نے میری اتباع کی وہ مومن ہے اور جس نے میرا انکار کیا وہ کافر ہے کتاب اللہ اور اتباعِ محمد رسول اللہ میرے دعویٰ کے گواہ ہیں۔"

اس دعویٰ کو دعویٔ موکدہ کہا جاتا ہے جس کے بعد حضرتؑ نے اپنے منکر پر حکمِ تکفیر جاری فرمایا ہے جب ملکِ سندھ کے پایۂ تخت شہر ٹھٹھہ میں تشریف لائے تو اس فرمان واجب الاذعان کے ذریعہ متنبہ فرمایا کہ :۔

بدنبالِ منکرانِ مہدی نماز مگزارید
اگر گزاردہ باشید باز بگزارید

یعنے "منکرانِ مہدی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھو۔ اگر پڑھ لی گئی ہے تو اس کا اعادہ کرو"

یہ فرمانِ صداقت نشان تمام کتبِ نقلیات میں موجود ہے۔ اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیقِ ولایت رضی اللہ عنہ نے بھی عقیدۂ شریفہ میں اس کو نقل فرمایا ہے جس کی صحت پر اجماعِ صحابہ ہے۔ غرض یہ نقل شریف پوری قوم میں مشہور و متداول اور متواتر باللفظ والمعنیٰ ہے جس کا انکار موجبِ کفر ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد اس فرمان کا معنی و مطلب بالکل واضح ہو جاتا کہ حضرت نے یہ حکم کیوں نافذ فرمایا۔ ظاہر ہے کہ حضرت کی ذاتِ اقدس خلیفۃ اللہ معصوم عن الخطا اور مہدیٔ موعود ہے جس کی تصدیق فرض اور انکار کفر ہے عدمِ جواز اقتدائے منکر کی یہی علّت ہے اس کے بعد مزید صراحت کی ضرورت نہیں ہے اس سے قطع نظر کہ حضرت کی ذاتِ اقدس منتہائے سوال ہے جہاں حجت و دلیل طلب نہیں کی جا سکتی یہ فرمان احکام شرع شریف کے عین مطابق ہے کہ کسی مسلمان میں موجباتِ کفر میں سے کوئی موجب پایا جائے تو اس پر کفر کا اطلاق ہو سکتا ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں ائمۂ مجتہدین اور علمائے دینِ متین نے یہ طے کر دیا

ہے کہ کسی امام کی اقتداء کرنے کے لئے امام میں ظاہری اور باطنی دونوں طہارتیں ضروری ہیں۔ باطنی طہارت یعنے امام کے صحیح العقیدہ ہونے کی بحث بعد آتی ہے۔ ظاہری طہارت کے یہ معنی ہیں کہ جس امام کی اقتدا کی جارہی ہے اس کا جسم اور لباس پاک ہو، باوضو ہو، ارکانِ نماز کو پوری طرح ادا کررہا ہو، قبلہ رُخ ہو، مفسداتِ نماز سے واقف ہو وغیرہ۔ اگر کسی کے جسم یا کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہو یا بے وضو ہے یا باوجود غسل واجب ہونے کے وضو کرلیا ہے تو ایسے امام کی اقتداء درست نہ ہوگی۔ طہارت اور کامل نماز کے بارے میں بھی بعض باتیں ایسی ہیں کہ ایک امام کے پاس اس قدر ضروری ہیں کہ اس کے بغیر نماز ہی درست نہیں ہوتی اور دوسرے امام کے پاس اتنی ضروری نہیں ہیں بلکہ غالیت ہے نماز ہو جاتی ہے۔ ایسے اختلافی مسائل میں ہر مقلد اپنے امام ہی کے قول پر عمل کرتا ہے۔ دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا اس کے لئے ضروری نہیں ہے بین الائمہ اختلافی مسائل میں مقتدی کو یہ دیکھنا ضروری ہے کہ امام میں ایسی کوئی بات تو نہیں ہے جس سے مقتدی کے پاس نماز کی صحت متاثر ہوتی ہے۔ اگر امام میں ایسا کوئی نقص پایا جاتا ہے تو اس مقتدی کی نماز درست نہ ہوگی۔ مثال کے طور پر ان چند اختلافی مسائل پر غور کیا جائے۔

مثلاً حنفیہ کے پاس جسم سے خون یا پیپ نکلے قئے کرے یا فصد لیا جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے شافعیہ کے پاس پیشاب یا پاخانہ کے سوا فصد لینے یا جسم سے خون نکلنے یا قئے کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ پس حنفیہ مسلک کا کوئی مسلمان کسی ایسے شافعی کی اقتداء نہیں کرسکتا جو فصد لینے جسم سے خون نکلنے یا قئے کرنے کے بعد یا ناک سے خون بہنے کے بعد وضو نہیں کرتا کیونکہ شافعی

امام اس حنفی مقتدی کے اعتقاد میں بے وضو ہے۔

وضو میں سر کا مسح کرنا سب آئمہ کے پاس فرض ہے لیکن مقدار مسح میں اختلاف ہے۔ امام اعظم رح کے پاس پاؤ سر کا مسح فرض ہے۔ امام شافعی رحمہ کے پاس ایک دو بال بھی تر ہو جائیں تو کافی ہے۔ امام اعظم رح کا مقلد یعنی حنفی مسلمان ایسے شافعی المذہب کی اقتداء نہیں کرسکتا جو پاؤ سر سے کم کا مسح کیا ہو۔ کیونکہ حنفی کے پاس اس کے مذہب کی رو سے شافعی، امام بے وضو ہے۔

امام شافعی رحمہ کے مذہب میں قُلّتین یعنے تقریباً پانچ سو رطل پانی ہو تو کثیر ہے۔ اس میں نجاست گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ اس پانی سے وضو جائز ہے مگر حنفیہ کے پاس قلتین پانی میں نجاست گر جائے تو پانی نجس ہو جاتا ہے۔ حنفیہ کے پاس پانی کا پھیلاؤ اس قدر ہونا ضروری ہے کہ ایک کنارہ کو حرکت دی جائے تو دوسرا کنارہ متحرک نہ ہو فقہائے حنفیہ نے اس کی پیمائش وہ دردہ قرار دی ہے۔ یعنی اس کا عرض و طول دس، دس گز اور مربع ایک سو گز ہو۔ اگر کوئی شخص قلتین پانی سے جس میں نجاست گر گئی ہو وضو کرکے نماز پڑھائے تو کسی حنفی کی نماز اس امام کی اقتداء میں صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ نجس پانی سے وضو کرنے کی وجہ سے بے وضو ہے۔

رکوع و سجود والی نماز میں (نماز جنازہ مستثنیٰ ہے) کوئی شخص کھلکھلا کر ہنس دے تو حنفیہ کے پاس وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ امام شافعی رح کے مذہب میں وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر کوئی شافعی المذہب قہقہہ کے بعد وضو کئے بغیر امامت کرے تو امام اعظم رح کا مقلد اس کی اقتداء نہیں کرسکتا۔ کیونکہ حنفی کے اعتقاد میں

شافعی امام بے وضو ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی شرم گاہ کو کسی حائل کے بغیر چھوئے یا کسی اجنبی عورت کو ہاتھ لگائے تو امام شافعی کے مذہب میں وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام اعظمؒ کے مذہب میں ان دونوں باتوں سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ فرض کرو اگر کوئی حنفی مسلمان اپنی شرم گاہ کو کسی حائل کے بغیر مس کرے یا کسی اجنبی عورت کو چھوئے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ یہ اپنے مذہب کی رو سے باوضو ہے۔ لیکن شافعی المذہب اس کی اقتداء نہیں کریگا۔ کیونکہ اس کے مذہب کی رو سے حنفی امام بے وضو ہے۔

امام مالکؒ کے پاس نماز میں رکوع کے بعد قومہ (یعنی سیدھا کھڑا ہونا) اور السّلام علیکم کہہ کر نماز کو ختم کرنا فرض ہے اور یہ دونوں باتیں امام اعظمؒ کے پاس فرض نہیں ہیں۔ اگر کوئی حنفی رکوع سے سیدھا ہوئے بغیر سجدہ میں چلا جائے یا لفظ السّلام علیکم کے بجائے کوئی اور لفظ کہہ کر نماز کو ختم کر دے تو کسی مالکی کی نماز اس حنفی کی اقتداء میں درست نہ ہو گی۔ بطور نمونہ یہ چند اختلافات اہل سنت کے دو بڑے گروہ میں تھے کہ جس کی وجہ سے ایک مسلمان کی نماز دوسرے مسلمان کے پیچھے درست نہیں ہے اس کے علاوہ اہل سنت اور فرقہ امامیہ میں جو اختلافات ہیں اس کی ایک دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اہل سنت کے پاس وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے۔ پاؤں کا کچھ حصہ بھی خشک رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا۔ امامیہ کے پاس پاؤں پر صرف مسح کافی ہے۔ پس اہل سنت کی نماز اس شیعی کے پیچھے نہ ہو گی جو وضو میں پاؤں نہیں دھوتا۔

اہل سنت کے پاس مسح خفّین جائز ہے یعنے وضو میں پاؤں دھو کر موزے

پہن لئے جائیں تو حضر میں ایک دن ایک رات اور سفر میں تین دن اور تین رات وضو کرتے وقت موزے اُتار کر پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں، موزوں پر مسح کر لینا جائز ہے۔ امامیہ کے پاس مسح خفین جائز نہیں ہے۔ پس موزوں پر مسح کرنے والے اہل سنت کی اقتداء شیعوں کے پاس جائز نہیں ہے رسائل الشیعہ (فقہ شیعی) میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول مذکور ہے کہ

لا تمسح ولا تصل خلف من یمسح "یعنے نہ موزوں پر مسح کرو اور نہ مسح کرنے والوں کی نماز میں اقتداء کرو"

بے شمار اختلافی مسائل میں سے ان چند مسئلوں پر غور کرنے سے واضح ہوگا کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے ایک شافعی کی نماز حنفی امام کی اقتداء سے اور ایک حنفی کی نماز شافعی امام کی اقتداء سے باطل ہے اور ایک مالکی کی نماز اس حنفی شافعی اور حنبلی امام کے پیچھے باطل ہے جو رکوع سے قومہ کے بغیر یعنے (رکوع سے سیدھا کھڑے ہونے) کے بغیر سجدہ میں چلا جائے۔ کیونکہ اس کے اعتقاد میں امام تارکِ فرض ہے امام احمد حنبلؒ کے مذہب میں تو طہارت ظاہری اور پابندی ارکانِ نماز اور اختلافاتِ عقائد کے علاوہ آپس میں عداوت و منافرت ہو تو بھی ایک دوسرے کی اقتداء جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن تیمیہ (حنبلی) لکھتے ہیں۔

اذا کان بین الامام والماموم معادات من جنس اهل الاهواء او المذاهب لا یتبع (الاخبار العلمیہ)

یعنے" امام اور مقتدی میں ایسی مخاصمت ہو جو اہل اہوا (نفوس شرعیہ کو چھوڑ کر

اپنی خواہشات پر عمل کرنے والوں) میں اور اہل مذاہب میں ہوتی ہے تو ایسے امام کی اقتداء بھی نہیں کرنا چاہیئے۔

فقہی ضابطہ یہی ہے کہ جن مسائل میں آئمہ اربعہ امام اعظمؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد حنبلؒ نے اختلاف فرمایا ہے ان مسائل میں مقتدی کا مذہب دیکھا جاتا ہے۔ اور اسی کی رائے اقتداء کی صحت اور عدم صحت میں معتبر ہوتی ہے۔ امام کے مذہب کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں لکھا ہے

ان العبرۃ فی جواز الصلوٰۃ وعدم الجواز المقتدی لا لرای الامام۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مقتدی کو معلوم ہو جائے کہ امام میں ایسی کوئی بات ہے جو صحتِ نماز کی مانع ہے تو ایسے امام کی اقتداء نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ جائز یا ناجائز ہونے میں مقتدی کی رائے یا اس کا مذہب دیکھا جاتا ہے نہ کہ امام کا۔ اس کی مثالیں اوپر گذر چکی ہیں۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں بھی شرائط امامت کے تحت لکھا ہے۔ ومنھا ان تکون صلوٰۃ الامام صحیحۃ فی مذھب الماموم۔ یعنے "شرائط امامت کے منجملہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقتدی کے مذہب کی رو سے امام کی نماز صحیح و درست ہو۔

علامہ ابن نجیم نے بحر الرائق میں لکھا ہے کہ

لاخصوصیۃ بالشافعیۃ بل الصلوٰۃ خلف کل مخالف للمذھب کذلک۔ "عدم جواز اقتداء میں کچھ شافعیہ کی خصوصیت نہیں بلکہ (حنفی) کے لئے ہر مخالف مذہب کے پیچھے نماز ادا کرنے کا

یہی حکم ہے۔"

ان چند مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر مسلمان اپنے مذہبی احکام کا پابند ہوتا ہے اور وہ جس امام کا مقلد ہے۔ اس امام کے مذہب کی پیروی اس کے لئے لازم و ضروری ہے۔

جس طرح امام کی ظاہری طہارت اور ارکان و واجبات کی ادائی نماز کی صحت کے لئے ضروری ہے اسی طرح امام کی باطنی طہارت یعنی اس کا صحیح العقیدہ ہونا صحتِ نماز کی ایسی شرط ہے کہ صرف ظاہری طہارت پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے اعتقاد کو بھی دیکھا جاتا ہے۔ لہذا جس امام کی اقتداء میں نماز ادا کی جا رہی ہے۔ اگرچہ اس کا جسم اور لباس پاک ہے۔ باوضو ہے رو بقبلہ ہے فرائض و واجبات سنن و مستحبات سب ادا کر رہا ہے۔ لیکن فرض کرو وہ غیر مسلم ہے تو یقیناً اس کی اقتداء میں نماز درست نہ ہو گی۔ کیونکہ اس کا فسادِ اعتقاد یعنی ان کا کفر اس کی اقتداء کا دافع ہے۔ پس امام کی ظاہری طہارت کے علاوہ اس کی باطنی طہارت یعنی صحتِ اعتقاد نماز درست ہونے کی ایک ضروری شرط ہے۔ امام کی باطنی ناپاکی یعنے اس کے فسادِ اعتقاد کے بارے میں ایک فقہی ضابطہ یہ مقرر کیا گیا ہے کہ اگر امام اس بداعتقادی کی وجہ سے فاسق و فاجر (گنہگار) ہو جاتا ہے تو اس کی اقتداء مع الکراہت جائز ہے اور اگر اس کے اعتقاد میں ایسا نقص ہے جس سے وہ کافر ہو جاتا ہے تو اس کی اقتداء جائز نہیں ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں حنفیہ کا مذہب یہ لکھا ہے۔

ان کان ھو لا یکفر بہ صاحبہ تجوز الصلوٰۃ خلفہ مع الکراھۃ والا فلا

یعنے "امام کے اعتقاد میں جو فساد ہے اگر اس سے وہ کافر نہیں

ہو جاتا تو اس کے پیچھے نماز مع الکراہیت جائز ہے اور اگر امام کے
اعتقاد میں ایسا نقص و فساد ہے جس کی وجہ سے کفر لازم آجاتا ہے
تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

بقیہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ جو مسلمان اس قدر غلو کرے کہ کافر نہیں ہوتا
تو اس کے پیچھے نماز درست ہے اور اگر غلو سے کافر ہو جاتا ہے تو اس کے پیچھے نماز
جائز نہیں ہے پھر لکھا۔

والرافضی الغالی الذی ینکر خلافۃ ابی بکر الصدیق
لا یجوز۔

یعنی "وہ غالی رافضی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت
کا منکر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے"

امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ

لا یصح اقتداء بمن یعلم بطلان صلاتہ
کعلمہ بکفرہ۔ (نہایۃ المحتاج)

یعنی "نماز میں اس شخص کی اقتداء درست نہیں ہے جس کی نماز
باطل ہونا معلوم ہو جیسے اس کا کافر ہونا"

امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے۔

لا تصح خلف کافر ولو مع جہل کفرہ (المنتہی)

یعنی "کافر کی اقتداء میں نماز صحیح نہیں ہے اگرچہ اس کے کفر
سے لاعلمی ہو"۔

بلکہ فاسق کی اقتداء بھی امام احمدؒ کے مذہب میں جائز نہیں
ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور میں لکھا ہے۔

ولا تصح امامۃ فاسق مطلقا

یعنی "فاسق کی امامت سے نماز مطلقاً صحیح نہیں ہے"۔

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں آئمہ مجتہدین کا متفقہ مذہب اس
طرح لکھا ہے۔

یشترط لصحۃ الجماعۃ شروط منہا الاسلام
ولا تصح امامۃ الکافر

یعنی "نماز مع الجماعت صحیح ہونے کی جو شرائط ہیں ان کے منجملہ ایک
شرط اسلام بھی ہے۔ کافر کی امامت جائز نہیں ہے"۔

علمائے اہل حدیث (یعنی وہ لوگ جو آئمہ مجتہدین کے مقلد نہیں ہیں)
کافر کی اقتداء درست نہیں رکھتے۔ مولوی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں۔

والنہی عن الصلوٰۃ خلف المبتدع محمول
علی الکراہۃ بشرط ان لا   الکفر والا لا یجوز
الصلوٰۃ خلفہ (ہدیۃ المہدی)

یعنی "بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے بشرطیکہ اس کی بدعت
کفر تک نہ پہنچے۔ اگر اس کی بدعت کفر تک پہنچ جائے تو اس
کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے"۔

حضرات شیعہ تو اور آگے نکل گئے ہیں ان کے پاس جو شیعوں کا مخالف

ہے یا ولد الزنا ہے یا بے ختنہ ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ ہدایۃ الہدایہ میں لکھا ہے۔

لا یجوز الاقتداء بالمخالف لاھل الحق ولا بالمجہول ولا بالفاسق ولا الاغلف ولا ولد الزنا۔

یعنے "جو اہلِ حق کا یعنی شیعوں کا مخالف یا مجہول الحال ہے یا فاسق ہے یا غیر مختون ہے یا ولد الزنا ہے تو اس کی اقتداء جائز نہیں ہے"

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لا تصل خلف من یشھد علیک بالکفر و خلف من تشھد انت علیه بالکفر (وسائل شیعہ)

یعنے "اس شخص کے پیچھے نماز مت پڑھو جو تم کو کافر کہتا ہے نہ اس کے پیچھے نماز پڑھو جس کو تم کافر کہتے ہو"

ان اقوال سے ثابت ہو رہا ہے کہ آئمہ اہلِ سنت والجماعت کے پاس کافر کی اقتدا درست نہیں ہے بلکہ امام احمدؒ اور شیعہ تو فاسق کی اقتداء بھی ناجائز کہتے ہیں۔

کفر کے معنی لغت میں ناگرویدن و ناسپاس کردن کے ہیں یعنے اطاعت نہ کرنا اور ناشکر گزاری کرنا۔ اسی طرح کفر کے معنی چھپانے کے بھی ہیں چنانچہ کاشتکار کو جو دانہ زمین دبا دیتا ہے کافر کہتے ہیں۔ اسی واسطے حق بات کو چھپانے والے کو بھی کافر کہا جاتا ہے تو گویا کسی کو کافر کہا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ حق پوشی کرتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں سو، سوا سو سے زیادہ مقامات پر کافر، کافرون کافرین کے الفاظ استعمال فرمایا ہے۔ عربی زبان کے لحاظ سے اس کے یہی معنی ہوں گے

کہ وہ لوگ جو خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے گریز کئے اور خدائے تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کی۔ خدائے تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ "قل یا ایھا الکافرون" یعنے کہو اے کافرو یعنی اے لوگو جو خدا پر اور میری رسالت پر ایمان نہ لائے ہو۔ ایک مسلمان کسی غیر مسلم کو کافر کہے گا تو اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول صلعم کی رسالت و نبوت پر ایمان نہیں لایا۔ یہ ایک امر واقعہ کا اظہار ہے گالی نہیں ہے۔ پس خدا و رسول کی ذات اور ان کے احکام و تعلیمات سے اعراض و انکار کرنے کو شرعی اصطلاح میں کفر کہا جاتا ہے۔ پس کسی مسلمان میں خدا و رسول کے احکامات و تعلیمات سے انکار پایا جائے تو اس پر بھی کفر کا اطلاق ہو سکتا ہے چنانچہ علامہ طحطاوی کہتے ہیں کہ

"جو شخص کسی بدعت کی وجہ سے اہلِ قبلہ سے خارج ہو جائے یا عالم کے حادث ہونے کا یا حشر و نشر جسمانی کا۔ اور خدائے تعالیٰ کو جزئیات کے علم ہونے کا انکار کرے تو اس کے کفر میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے ان باتوں کا انکار کیا ہے جو رسول اللہ سے ضروریات دین کے طور پر ثابت ہوئے ہیں"۔ (حاشیہ در المختار)

اہلِ سنت کی کتابیں موجبات کفر سے بھری ہوئی ہیں اور کفر کی اس قدر ارزانی ہے کہ قدم قدم پر ایک مسلمان کافر ہو جاتا ہے تفصیلات میں جانے کا یہ موقع نہیں ہے مثال کے طور پر حضرت امام اعظمؒ کے مذہب میں۔

ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار کیا تو کافر ہو گیا ۔۔۔ (در المختار)

کسی نے اللہ کی شان کے خلاف بات کہی یا اس کے کسی اسم و حکم کا مضحکہ اڑایا یا عذاب و ثواب کا انکار کیا کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا یا اس کی طرف جہل و نقص کی

نسبت کی تو کافر ہوگیا ۔۔۔ (فتاویٰ عالمگیریہ)

اگر کہا خدائے تعالیٰ بھی مجھے یہ حکم دے تو نہ کروں گا۔ کافر ہوگیا (فتاویٰ عالمگیریہ)

کسی حکم کے بارے میں کہا کہ اللہ نے یہ ظلم کیا ہے تو کافر ہوگیا ۔۔۔ (فتاویٰ عالمگیریہ)

کسی نے کہا فلاں شخص راحت و آرام میں ہے اور میں تکلیف و مصیبت میں ہوں یہ کیا انصاف ہے تو کافر ہوگیا ۔۔۔ (فتاویٰ عالمگیریہ)

اپنی بیوی سے کہا تو مجھے خدا سے زیادہ محبوب ہے تو کافر ہوگیا (فتاویٰ عالمگیریہ)

قرآن پڑھا جا رہا ہے کسی نے کہا یہ کیا طوفانی آتا ہے تو کافر ہوگیا (فتاویٰ عالمگیریہ)

دف بجاکر قرآن پڑھا تو کافر ہوگیا ۔ (فتاویٰ عالمگیریہ)

حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا تو کافر ہوگیا۔ (فتاویٰ عالمگیریہ)

کفایہ شرح ہدایہ میں تو صرف خلافت ابوبکر صدیق رض کے منکر کو کافر لکھا ہے مگر فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے ۔

من انکر امامة ابی بکر الصدیق فهو کافر و
کذلك من انکر خلافة عمرؓ فی اصح الاقوال

یعنے "صحیح قول یہی ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں کی امامت کا منکر کافر ہے ۔

امام مالک رح و شافعی رح و احمد رح رحمہم اللہ کے مذہب میں بھی موجبات کفر کثرت سے ہیں مثلاً امام مالک رح کے مذہب میں :۔

نماز کی فرضیت اور زنا کی حرمت کا انکار کیا۔ قرآن اور حدیث متواتر سے جو بات ازروئے دین ضروری ثابت ہوئی ہے اس کا انکار

کیا تو کافر ہوگیا ۔ (اقرب المسالک)

خدائے تعالیٰ کی بعض کتابوں کا انکار کیا۔ اللہ کو یا کسی رسول کو گالی دی۔ نبوت کا دعویٰ کیا۔ دینی امر کی یا قرآن کی توہین کی تو کافر ہوگیا۔ (اقرب المسالک)

امام شافعی رح کے مذہب میں :۔

اللہ کا یا اللہ کے رسولوں کا انکار کیا۔ حرام کو حلال، حلال کو حرام جانا۔ جو چیز بالاجماع واجب ہے اس کا انکار کیا۔ یا جو واجب نہیں ہے اس کو واجب قرار دیا تو کافر ہوگیا بلکہ اس کے کفر میں تردد لیعنے شک و شبہ کرنا بھی کفر ہے (منہاج فقہ شافعی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کیا یا حضرت عائشہ رض کی شان میں بدگوئی کی تو کافر ہوگیا۔ (منہاج فقہ شافعی)

بعض شوافع کے پاس حضرت ابوبکر رض حضرت عمر رض اور امام حسن رض و امام حسین رض کی شان میں دشنام دہی بھی کفر ہے (منہاج فقہ شافعی)

امام احمد رح کے مذہب میں :۔

خدا کے وعدہ اور وعید کا مذاق اڑایا یا دوسرے اہل ادیان کو کافر نہ سمجھا، یا ان کے کافر ہونے میں شک کیا یا کسی صحابیٔ رسول اللہ کی شان میں ایسی بات کہی جس سے اس صحابی کا کفر متریشح ہوتا ہے تو کافر ہوگیا۔ (غایۃ المنتہیٰ فقہ حنبلی)

علمائے اہل حدیث (جو آئمہ مجتہدین کے مقلد نہیں ہیں) ایک مسلمان کے کافر

ہو جانے کے قائل ہیں۔ مثلاً مختلف موجبات کفر لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ :-

جس نے رسول اللہ صلعم کا انکار کیا یا ان باتوں کا انکار کیا جو رسول اللہ صلعم سے ضروریات دین کے طور پر ثابت ہیں۔ یا امر اجماعی کا انکار کیا یا حرام کو حلال سمجھا۔ دینی و شرعی اہم امور کا انکار کیا تو کافر ہو گیا (ہدیۃ المہدی)

انتہا یہ ہے کہ اہل حدیث، سب اہل سنت کو جو آئمہ اربعہ کے مقلد ہیں۔ بدعتی اور کافر کہنے سے دریغ نہیں کرتے۔ مولوی وحید الزماں صاحب کتاب مذکور میں لکھتے ہیں۔

"مقلدین بدعتی مسلمان ہیں۔ ان کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ لوگ کتاب و سنت اور اہل حدیث کی توہین نہ کریں۔ اور یہ اعتقاد رکھیں کہ رسول اللہ کی اتباع مجتہد کی اتباع سے مقدم ہے ورنہ وہ کافر ہیں ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے (مترجماً وملخصاً) فرقہ امامیہ بھی ایک مسلمان کے کافر ہو جانے کے قائل ہیں۔ مثلاً اگر کسی نے آخرت کا انکار کیا تو کافر ہو گیا خواہ یہ انکار بغض و عناد سے ہو یا مذاق کے طور پر ہی ہو اور جس نے ضروریات دین مثلاً نماز و غیرہ فرائض کا انکار کیا۔ قرآن، حدیث اور دین و مذہب کی توہین کی یا از راہ طعن و طنز کہا کہ "واہ قربان جاؤں خدا کا، قرآن کا، پیغمبر کا، کیا حکم ہے" تو کافر ہو گیا

(منہج الرشاد فقہ شیعی)

یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ ان علمائے کرام کا مقصد بغض و عناد نہیں ہے، بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ خدا اور رسول کو نہ ماننا، ان کے احکام سے انکار کرنا جو ضروریات دین سے ہیں یا احکام کی توہین کرنا گویا خدا اور رسول سے بغاوت ہے، اسی کو کفر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ سمجھ لینا جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ دیتا ہے تو کافر نہیں ہو سکتا۔ اندھا دھند اس کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیے صحیح نہیں ہے۔ کسی میں ایمان و اسلام کے خلاف کوئی بات پائی جائے تو اس پر ضرور کفر کا اطلاق کیا جا سکتا ہے علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے۔

"اگر کوئی مسلمان عالم کو قدیم سمجھا حشر و نشر کا انکار کیا خدائے تعالیٰ کو عالم جزئیات نہ جانا اور دوسرے موجبات کفر اس سے صادر ہوں تو اس کے کافر ہونے میں کوئی نزاع نہیں ہے"۔

پس کسی امام کی اقتداء صحیح و جائز ہونے کے لیے جس طرح امام کی ظاہری طہارت ضروری ہے اسی طرح اس کی باطنی طہارت یعنے پاک اعتقاد ہونا بھی صحت نماز کی ایسی شرط ہے کہ اس کو کسی حال میں اور کسی موقع پر اور کسی جگہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اسی لیے اور مہدویہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ "منکر مہدی کی اقتداء جائز نہیں ہے" اور یہ نظریہ فقہی احکام کے عین مطابق ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب در المختار میں لکھا ہے۔

من انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بہا۔

فلا یصح الاقتداء بہ فلیحفظ۔

"یعنے جو شخص ضروریات دین کا انکار کیا تو کافر ہو گیا۔ اس کی اقتداء جائز نہیں ہے اس مسئلہ کو یاد رکھو"۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ صحت اقتدا کے لئے مقتدی کے اعتقاد کا اعتبار کیا جاتا ہے، امام کے اعتقاد کا اعتبار کے لئے مقتدی کے اعتقاد کا اعتبار کیا جاتا ہے امام کے اعتقاد کا اعتبار نہیں۔ وہ اپنے کو صحیح الاعتقاد سمجھتا ہے لیکن اس کی اقتداء اسی وقت جائز ہے جبکہ مقتدی بھی اس کو صحیح الاعتقاد سمجھتا ہو۔

اوپر کے تمام مسائل کے بارے میں جو امام کی ظاہری و باطنی طہارت وغیرہ ضروریات نماز سے متعلق ہیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آئمہ مجتہدین اور علمائے دین نے بغض و عناد سے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز قرار دیا بلکہ ہر امام نے اپنے علم و تحقیق کے مطابق اپنی نماز کو بے عیب اور بے نقص بنانے کی کوشش کی ہے ہر امام کے پاس جو بات ضروری ہے اگر وہ نہ پائی جائے تو اس امام کے مقلدین کے پاس وہ نماز ناقص و ناتمام ہوگی اور اس کا اعادہ واجب ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیریہ (فقہ حنفی) میں بے شمار مسائل ہیں کہ نماز کا اعادہ کس وقت واجب ہے طہارتِ ظاہری کے تعلق سے لکھا ہے کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ امام نے بے وضو پڑھائی یا اس کے کپڑے نجس و ناپاک تھے تو نماز کا اعادہ کیا جائے اور طہارت باطنی کے بارے میں لکھا کہ:-

"ھکذا اذا بان ان الامام کافر"

یعنے "اسی طرح اگر یہ معلوم ہو جائے کہ امام کافر ہے تو نماز کا اعادہ کیا جائے۔

باجوری اور نہایۃ المحتاج فقہ شافعی میں مختلف صورتوں کے منجملہ لکھا ہے۔

او کانہ معلنا کفرہ کذمی او بان کافرا مخفیا

کفرہ کذندیق وجبت الاعادۃ

یعنے "امام علانیہ کافر ہو جیسے ذمی یا پوشیدہ کافر ہو جیسے زندیق (بد اعتقاد) تو نماز کا اعادہ واجب ہے"

گویا امام شافعیؒ کے مذہب میں کفر مخفی بھی مانع اقتداء ہے۔ کفر مخفی کے تعلق سے ایک روایت قابل ذکر ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ یا اور کوئی بزرگ سفر میں تھے۔ ایک مسجد میں نماز عصر پڑھی۔ نماز کے بعد امام مسجد نے پوچھا حضرت کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا ملک خدا سے۔ کہا رزق کہاں سے ملتا ہے؟ فرمایا خانہ خدا سے۔ امام نے کہا آخر وجہ معیشت اور ذریعہ معاش کیا ہے؟ فرمایا ذرا ٹھہرو تمہارے پیچھے میں نے جو نماز پڑھی ہے اس کا اعادہ تو کر لوں۔ نماز کے اعادہ کے بعد امام نے کہا نماز تو ہر فاسق و فاجر کے پیچھے بھی جائز ہے۔ فرمایا صحیح ہے۔ لیکن کافر کے پیچھے جائز نہیں ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا

(زمین پر ہر چلنے والے کا رزق اللہ پر واجب ہے) جس کو اللہ کے وعدہ پر بھروسہ نہیں ہے وہ کافر ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلاتا ہے اس کی اقتداء میں جو نماز پڑھی گئی ہے اس کا اعادہ کیا جائے۔ (وسائل شیعہ)

پس حضرت امامنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان۔

"بدنبالِ منکرانِ مہدی نماز مگزارید اگر گزاردہ باشید باز بگزارید"

منکرانِ مہدی کے پیچھے نماز نہ پڑھو، اگر پڑھ لی گئی ہے تو اعادہ کر لو اسی مسئلہ

شرعی کی طرف اشارہ ہے اس حکم محکم کی تعمیل میں کسی منکرِ مہدی کی اقتداء نہیں کی جاتی اور اگر سہواً یعنے بے خبری سے اقتدا کر لی گئی ہے تو نماز کا اعادہ کیا جاتا ہے۔

مذکورہ تمام احکام و مسائل ان آئمہ مجتہدین علما و فقہائے کرام اور بزرگانِ دین کے بیان کردہ ہیں کہ نہ جن کی تصدیق فرض ہے نہ انکار کفر ہے نہ وہ فرستادہ خدا ہیں نہ خلافتِ الٰہیہ سے ممتاز ہیں نہ معصوم عن الخطا ہیں۔ مگر سب مسلمانانِ عالم الاماشاء اللہ انہی آئمہ دین کے پیرو ہیں اور انہی کے بتائے ہوئے مذہب کے تابع ہیں اور ہر مقلد اپنے امام ہی کے بیان کردہ مسئلہ کو حق سمجھتا ہے اسی طرح مہدوی کسی غیر مہدوی پر کوئی حکم لگاتے یا اس کی اقتداء کو ناجائز کہتے ہیں تو محض تعصب نہیں بلکہ خدا و رسول کے فرمان کی ترجمانی اور انکا نقل کلام ہے اور اس امام برحق کی اتباع ہے جس کی تصدیق فرض اور انکار کفر ہے۔ وہ مبعوث من اللہ ہے۔ یعنے اس کی بعثت امتِ محمدیہ کو ہلاکت سے بچانے اور نصرتِ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئی ہے۔ خلافتِ الٰہیہ کے منصبِ جلیل سے ممتاز اور خطا سے معصوم ہے۔ الحاصل کسی کو کافر کہنا یا کسی مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا مہدویہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ آئمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین بھی یہی کہتے ہیں۔ پس ع

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

انصاف پسند ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ علمائے اہلِ سنت و امامیہ کس قدر کشادہ پیشانی سے مسلمان پر کفر کا اطلاق فرماتے اور اس کی اقتداء سے منع کرتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ حکم لگایا ہے اس کی تاویل و توجیہ ضرور موجود ہے اسی طرح مہدویہ بھی کسی پر کچھ حکم لگاتے اور اس کی اقتدا کی ممانعت کرتے ہیں تو انکے

پاس بھی اس کی بہترین توجیہات موجود ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کافر کہنے والا اور اقتداء منکرین سے منع کرنے والا اللہ کا خلیفہ، خطا سے معصوم اور حاکم شرع محمدی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض مہدوی حج کے موقع پر حرم شریف میں جماعتِ کثیر سے متاثر ہو کر یہ خیال کرتے ہیں کہ اس باعظمت مقام پر مہدویوں کا علحدہ نماز پڑھنا افتراق جماعت کا باعث ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری قومی کتابوں میں حج کے زمانہ میں حضرت مہدی علیہ السلام کے عمل کی کوئی صراحت نہیں ملتی مگر قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے امیر حج کی اتباع میں حج کیا ہے تو غالباً نماز بھی پڑھی ہوگی اس کے علاوہ بعض لوگ یہ شبہ بھی کرتے ہیں کہ حرمِ شریف کا امام ساکت کے حکم میں ہے۔ لیکن یہ تمام شبہات بے بنیاد اور ناقابلِ التفات ہیں۔

نماز میں امامت کا مسئلہ کہ کس امام کی اقتداء کی جائے اور کس کی نہ کی جائے دینی احکام پر مبنی ہے۔ کسی کی رائے یا کسی کی مصلحت بینی یا کسی کی نکتہ چینی کو اس میں دخل نہیں ہے اور نہ دینی احکام میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔

از روئے شریعت دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ حج کے موقع پر اپنے عقائد کو ترک کر کے ایک امام کی اقتداء میں نماز ادا کریں بلکہ خود شریعت مطہرہ نے اختلاف عقائد کی صورت میں علحدہ نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ افتراق جماعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مہدوی، غیر مہدوی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھنے کے

باوجود مسلمانانِ عالم کے ساتھ اسلامی مفاد و مصالح میں متفق رہیں گے اگر حج کو ایک عالمِ اسلامی کانفرنس قرار دیا جائے تو مہدوی اس میں برابر کے شریک ہیں لیکن ایامِ حج میں یک جماعت نماز ادا کرنا ارکانِ حج میں داخل یا ضروری نہیں ہے۔ فقہی مسئلہ یہی ہے کہ صحت نماز کے لئے مقتدی اور امام کے عقاید میں اختلاف نہ ہو بلکہ مسائلِ وضو اور ارکانِ نماز میں معمولی اختلاف بھی مانع اقتداء ہے چنانچہ قریبی زمانے تک ائمہ مجتہدین کے چار مصلے، مسجد حنفی، مسجد مالکی، مسجد شافعی اور مسجد حنبلی کے نام سے حرم شریف میں بیت اللہ کے گرد موجود تھے اور ہر امام اپنی جماعت کے ساتھ اپنے مصلے پر نماز پڑھاتا تھا چونکہ امامیہ اہلِ سنت کی اقتداء نہیں کرتے، اس لئے نادر شاہ بادشاہِ ایران نے خلیفۃ المسلمین سلطانِ ترکی سے درخواست کی تھی کہ حرم شریف میں چار مصلوں کے علاوہ پانچواں مصلی مذہب جعفری کا قائم کیا جائے تاکہ شیعہ بھی اپنے طریقے سے نماز ادا کر سکیں۔ نادر شاہ نے بابِ عالی میں بار بار سفیر بھیجے مگر شیخ الاسلام اور سلطانِ وقت نے اس مطالبے کو منظور نہیں کیا۔

(جہاں کشائے نادری)

مطلب یہ ہے کہ حرم شریف میں تعدادِ جماعت قدیم سے جاری ہے۔ شیعہ تو آج بھی امامِ حرم کی اقتداء نہیں کرتے۔ اگر دوسرے اسلامی فرقے اقتداء کر لیتے ہیں تو غالباً امامِ حرم کو اپنا ہم عقیدہ سمجھتے ہوں گے یا اپنے مذہب سے ناواقفیت کی وجہ سے اپنی نمازیں ضائع کرتے ہیں۔ بہر صورت ان کا عمل، مہدویوں کے لئے حجت نہیں ہو سکتا اور یہ واقعہ ہے کہ آج بھی امامِ حرم کی اقتداء میں جماعتِ اولیٰ ہو جانے کے بعد متعدد جماعتیں حرم شریف میں ہوتی رہتی ہیں مہدوی بھی اپنی جماعت الگ بنائیں یا تنہا نماز پڑھیں

حضرت مہدی علیہ السلام نے دعویٰ مؤکدہ سے پہلے سنہ ۹۰۱ھ میں حج فرمایا ہے۔ لیکن اپنے منکر و تکفیر کا حکم اور منکر کی اقتداء سے ممانعت سنہ ۹۰۵ھ میں دعویٰ مؤکدہ کے بعد فرمائی ہے پس حج میں حضرت نے نماز کس طرح ادا فرمائی ایک غیر ضروری بحث ہے۔

امیر حج کا تقرر بھی ایک انتظامی مسئلہ ہے مناسکِ حج سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ابوداؤد میں ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "قال رسول اللہ صلعم اذا خرج ثلاثۃ فی سفر فلیؤمروا احدھم" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تین آدمی سفر کریں تو ایک کو امیر بنا لیں"۔

ہر سفر میں کسی کو امیر بنانا مسنون و مستحب ہے حج میں بھی اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج میں خود تشریف فرما ہوتے یا حضرت ابوبکرؓ یا حضرت علیؓ کو امیر حج بنا کر روانہ فرماتے تھے تاکہ میدانِ عرفات میں خطبہ دیں اور مناسکِ حج بیان کریں۔ یہی طریقہ آج تک بھی جاری ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ مہدی علیہ السلام نے امیر حج کی اتباع میں حج کیا ہے تو اس کی اقتداء بھی کی ہوگی۔ کیونکہ حج میں کسی کی اتباع نہیں کی جاتی۔ ہر شخص بذاتِ خود اور بجائے خود مناسکِ حج ادا کرنے کا مجاز ہے۔ اس کی اقتداء فی الصلوٰۃ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ولو بالفرض حضرت نے امیر حج یا امام حرم کی اقتداء فرمائی بھی ہے تو دعویٰ مؤکدہ سے پانچ سال پہلے کی بات ہے۔ العتبر ساکت کا مسئلہ بھی اکثر دلوں میں خلجان پیدا کرتا ہے یعنی یہ کہا جاتا ہے کہ جب کسی شخص کو مسئلہ مہدیت کا علم ہی نہیں یا علم و اطلاع

کے بعد اس سے انکار ثابت نہیں ہے تو اس پر حکم تکفیر کس طرح جاری کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک مغالطہ ہے۔ تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں ہے۔ مختصر طور پر اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ آج دنیا میں ایسے بے شمار مقامات اور انسان موجود ہیں جو اسلام کا نام بھی نہیں جانتے۔ لیکن وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے اسلام سے بری الذمہ اور عند اللہ مواخذہ سے بچ نہیں سکتے۔ سا یکن ان لوگوں
سے ازدواجی رشتہ اور نہ ہی تعلقات نہیں رکھنا اور التہ نہیں رکھ سکتے
ان کا شمار منکرین رسالت مآب علیہ التحیۃ والتسلیمات ہی میں ہے۔ قرآن وحدیث اور آئمہ دین کے پاس کفر و ایمان کے درمیان ساکت کا کوئی شرعی مقام ہی نہیں ہے۔ آج تمام دنیا میں صرف مسلم ہے یا غیر مسلم ہماری اصطلاح میں دعوئی مہدیت کے بعد سے حضرت مہدی علیہ السلام کی وفات تک کوئی درپے تحقیق تھا تو غالباً اس کو ساکت کہا گیا تھا۔ وفات کے بعد جب کہ دعوت تبلیغ ختم ہو گئی تو ساکت کی اصطلاح ساکت کا حکم اور اس کا وجود ختم ہو گیا۔ اب صرف مقبل ہے یا منکر۔ دنیوی حکومتوں کا آئین بھی یہی ہے کہ محکمہ سرکار سے گشتی جاری ہو جانے کے بعد کوئی شخص اپنی ناواقفیت کا عذر نہیں کر سکتا۔ اس سرکاری اعلان کے بعد اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم ہی قرار پائے گا۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد مہدوی کو حج میں بھی صرف اپنی جماعت کے ساتھ یا تنہا ہی نماز پڑھنا چاہئے۔ یہ سمجھنا کہ جماعت کبیر کا ثواب زیادہ ملے گا غلط تصور نفس کا دھوکہ، مذہب سے دوری اور مسئلہ اقتداء کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ مہدی علیہ السلام کا فرمان "منکران مہدی کے پیچھے نماز نہ پڑھو" مطلق ہے اس میں کوئی استثناء نہیں ہے۔ ہند ہو یا سندھ، عرب ہو یا عجم مکہ ہو یا مدینہ حرم ہو یہ غیر حرم

سفر ہو یا حضر ہر وقت اور ہر جگہ کے لئے حاوی ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کا فرمان منتہائے سوال ہے جس پر کوئی حجت و دلیل طلب نہیں کی جا سکتی۔ اصل فرمان واجب الاذعان کے علاوہ فقہی مسئلہ یہی ہے کہ عقائد میں اختلاف ہو تو اقتداء جائز نہیں ہے۔ چنانچہ درالمختار میں لکھا ہے۔

وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ
کفر بہا کقولہ ان اللہ جسم من الاجسام
وانکار صحبۃ الصدیق فلا یصح
الاقتداء بہ۔

یعنی "اگر کسی نے ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کیا مثلاً کہا کہ خدا تعالیٰ بھی اجسام میں سے ایک جسم ہے یا کسی نے ابوبکر صدیق رضؓ کی صحابیت کا انکار کیا تو کافر ہو گیا۔ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے"

کفایہ شرح ہدایہ میں مسئلہ تکفیر اور بحث امامت کے تحت لکھا ہے

الروافضی الغالی ینکر خلافۃ ابی بکر
لا یجوز۔

یعنی "وہ غالی رافضی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت یعنی خلیفہ رسول اللہ ہونے کا منکر ہے، کافر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے۔

من انکر امامۃ ابی بکر فہو کافر وکذلک

من انکر خلافۃ عمر فی اصح الاقوال۔
یعنے قول یہی ہے کہ نہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی بلکہ حضرت
عمر فاروق رضؓ کی امامت کا و خلافت کا منکر بھی کافر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا صحابی ہونا تو نص قرآن سے ثابت ہے اس کا انکار ضرور کفر ہے۔ لیکن مقام غور یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت و امامت کا منکر بھی فقہا کے پاس کافر ہے، اس کی اقتداء جائز نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ فرستادۂ خدا موعود خدا، خلیفۂ خدا کے منکر کی اقتداء ایک مہدوی کے لیے کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ ایک مہدوی اور امام حرم کے عقیدہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے نتیجہ میں مہدوی کو اپنی جماعت نہ ملے اور تنہا بھی پڑھ لے تو ثواب بے پایاں کا مستحق ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حرم شریف میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کا ملے گا۔ اگر کوئی مہدوی منکر مہدی کی اقتداء میں ہزاروں اور لاکھوں کی جماعت سے بھی نماز ادا کرے تو ثواب کا کیا ذکر ہے، وہ سرے سے بے نمازی ہی رہا۔

اگر کوئی مہدوی عمداً مخالف مذہب کی اقتداء میں نماز پڑھے تو وہ حال سے خالی نہیں ہے اگر وہ منکر مہدی علیہ السلام کو کافر نہیں سمجھتا ہے تو یہ مہدیؑ کی ذات کا انکار ہے اور اگر نماز کو جائز سمجھتا ہے۔ تو یہ فرمان کا انکار ہے، یہ دونوں باتیں مستلزم کفر ہیں۔ اس سے رجوع و توبہ ضروری ہے اگر سہواً یعنی بے خبری سے نماز پڑھ لیا ہے تو نماز کا واجب ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیدہ و دانستہ منکر مہدی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور اعادہ کرتا رہے۔ یہ نفاق کی علامت اور تلاعب بالدین (دین کو کھیل بنانا ہے) جو ناجائز ہے۔